سلسلہ اشاعت امامیہ مشن لکھنؤ نمبر ۲۴۳

قتیل العبرۃ

از

سرکار سید العلماء مدظلہ

منتشر از قومی پریس لکھنؤ

قیمت ۳۰ نئے پیسے

خرچ ڈاک ۶ نئے پیسے

تعارف

سرکار سید العلماء دام ظلہ کے بیانات و نیز افادات قلمی

کو محفوظ کر دینا ایک اہم دینی خدمت ہے، چنانچہ ہم سرکار ممدوح

کے تقاریر کو برابر رسائل کی صورت میں شایع کرتے رہتے ہیں۔

زیر نظر رسالہ بھی ممدوح کا ایک مضمون ہے جس کی افادیت کے

پیش نظر ہم اس کو سال رواں کے حسینی لٹریچر کی ایک کڑی قرار دے کر

رسالہ کی صورت میں شایع کر رہے ہیں۔ یقین ہے کہ افراد ملت اس رسالہ

کی بھی کثیر سے کثیر تعداد خرید فرما کر غیر اقوام میں مفت تقسیم کریں گے اور

وح فاطمہ زہرا صلوات اللہ وسلامہ علیہا کو شاد کر کے رضائے الٰہی کا شرف

حاصل کرینگے۔

خادم ملت

سید ابن حسین نقوی عفی عنہ

آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

دسمبر ۱۹۵۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کشتۂ گریہ پر عقیدت کے چند آنسو

ماہ محرم کا غم انگیز ہلال آسمان پر نمودار ہو گیا۔ گھر گھر مظلوم کربلا کی صفِ ماتم بچھ گئی۔ صدیوں کے زخم جنھوں نے پاک عقیدت مسلمانوں کے دلوں میں گھر کر لیا ہے تازہ ہو گئے۔ ہر قوم اپنے مذہب کے موافق اس کا اثر لیتی ہے۔ کربلا میں بے گناہ شہید ہو جانے والا مظلوم تھا بھی اس قابل کہ اُس کا رنج عالم کو گرویدۂ تاثیر بنا لے۔ قدرت نے بھی اس اثر کے بقا کا اہتمام کیا۔ دامن افق کو ہمیشہ کے لیے شفق سے خون آلود بنا کر اس خونِ ناحق کا پائدار شاہد قرار دے دیا۔

شیعہ و سنی افراد کو جانے دو، وہ تو رسولؐ پاک کا کلمہ پڑھتے اور حسینؑ مظلوم کی محبت کے دعوے دار ہیں ہندو اور پارسی اقوام بھی اس رنج کا حصہ لیتے اور شہید کربلا کی مظلومیت کا تذکرہ کرتے ہیں۔

مگر افسوس ہے کہ اسلام کا دعویٰ کرنے والے بعض نام نہاد افراد

اس مصیبت کا اثر مٹا دینے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور صرف کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ بات اور ہے کہ یہ کوشش اُن کی نقش بر آب اور قدرت کے مقابلہ میں ناکامیاب ہو۔

مظلوم کربلا کی تعزیہ داری پر طرح طرح کے اعتراضات کیے جاتے ہیں اور عشرۂ محرم کے زمانے میں مختلف اشتہارات و اخبارات کے ذریعہ سے عقیدت کیش مسلمانوں کو اس کار خیر سے روکا جاتا ہے۔

تعزیہ کو بُت پرستی کہہ کر توحید کے منافی بتلایا جاتا ہے اور تعزیہ کے احترام کا نام شرک رکھا جاتا ہے۔ کبھی اس کو تصویر کا لقب دے کر حرمت کا فتویٰ دیا جاتا ہے اور کبھی بدعت بتا کر اس سے سادہ لوح افراد کو متنفر کیا جاتا ہے۔ شرک و بت پرستی کا اعتراض درحقیقت نجدی وہابیوں سے حاصل کیا ہوا ایک سبق ہے جو آموختہ کے طور پر بار بار دہرایا جاتا ہے جو لوگ اصل قبر و قبور کے احترام کو بت پرستی کہتے ہیں اُن سے اس کی نقل کے بارے میں کون سی توقع ہو سکتی ہے لیکن اب حقیقت بے نقاب ہو چکی ہے، وہابیہ کی رد میں جو کتابیں لکھی جا چکی ہیں اُنھوں نے اس اعتراض کو تارِ عنکبوت کی طرح اُڑا دیا ہے۔ ہم نے اپنی کتاب کشف النقاب عن عقائد ابن عبد الوھاب میں تفصیل سے اس قول کی رد کر دی ہے۔

غیر ذی روح اشیاء کی تصویر کا جائز ہونا صحیح بخاری اور

صحیح مسلم سے ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ تعزیہ قبر حضرت سید الشہداؑ کی نقل ہے جو ذی روح نہیں ہے۔ بدعت بھی باتفاق علمائے اہلسنت واجب و مستحب و مکروہ ہو سکتی ہے لازم نہیں ہے کہ حرام ہی ہو ورنہ تراویح کی نماز ایک ناقابل تاویل معصیت قرار پائے گی۔

سب سے زیادہ مغالطہ انگیز شبہہ یہ ہے کہ کسی میت کے غم میں گریہ و زاری کرنا ممنوع ہے اور احادیث سے اس کا ناجائز ہونا ثابت ہے۔ ہم اس وقت اسی موضوع پر قلم اٹھانا چاہتے ہیں اور اکابر سواد اعظم کے کتب سے گریہ و زاری کا جواز ثابت کرتے ہیں۔ امید ہے کہ باانصاف اہل اسلام اس مختصر تحریر کو دیکھ کر اپنے نبی کے نواسے پر گریہ و زاری میں کوتاہی نہ کریں گے۔

عام مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے سب سے پہلے جو چیز اس قابل ہے کہ سر تسلیم اس کے سامنے خم ہو جائے وہ کتاب اللہ اور قول رسولؐ، فعل رسولؐ، تقریر رسولؐ ہے اس کے بعد صحابہ کرام کی سیرت اور تابعین کا طرز عمل ہے۔ ان میں سے اگر ایک چیز موجود ہو تو مطلب کے ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ چہ جائیکہ تمام ادلہ و براہین پہلو بہ پہلو ہو کر کسی مطلب کو ثابت کریں۔

قرآن مجید سے گریہ و زاری کا ثبوت

خداوند عالم جناب یعقوبؑ کی حالت بیان کرتے ہوئے

فرماتا ہے

وابیضّت عیناہ من الحزن فھو کظیم

اُن کی آنکھیں رنج و غم سے سفید ہو گئی تھیں۔

(سورہ یوسف)

علامہ زمخشری تفسیر کشاف میں اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

ماجفت عیناہ منذ فراق یوسف الی حین لقائہ ثمانین عاما وما علی وجہ الارض اکرم علی اللہ منہ

(یعنی) یعقوب کی آنکھیں فراق یوسف میں ۸۰ برس تک خشک نہیں ہوئیں، ہمیشہ آنسوؤں سے تر رہتی تھیں حالانکہ ان سے بڑھ کر اس وقت خدا کا مقرب بندہ کوئی نہ تھا"

اور اسی تفسیر میں جناب رسالت مآبؐ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے جبرئیل سے پوچھا کہ یعقوب کا رنج یوسف کے فراق میں کس حد پر تھا۔ اُنھوں نے کہا کہ ستر پسر مردہ عورتوں کے برابر، حضرت نے فرمایا کہ ثواب اُن کو کس حد تک ملا۔ جواب دیا کہ سو شہیدوں کے برابر ثواب عطا کیا گیا۔

اس آیت سے بہ ضمیمۂ تفسیر چند باتوں کا انکشاف ہوتا ہے۔

(۱) حضرت یعقوب باوجود مرتبۂ نبوت یوسف کے فراق میں ۸۰ برس تک شب و روز روتے رہے۔

(۲) قرآن مجید میں اس فعل کا تذکرہ بغیر کسی اعتراض کے درج کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نظر احدیت میں یہ فعل ممدوح و مستحسن تھا ورنہ قرآن جو امت اسلامیہ کی تعلیم کے لیے ان واقعات کا تذکرہ کرتا ہے ضرور اس پر اعتراض کرتا۔

(۳) ان کے گریہ و بکا نے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں کی بلکہ اس حزن و غم کے تذکرہ کے بعد ثواب کا ذکر کرنا بتلاتا ہے کہ یہ حزن و غم ان کا عبادت تھا۔

فعل رسولؐ

خود جناب رسالت مآبؐ وقت مصیبت بے چین ہو کر روئے ہیں اور بہ آواز بلند گریہ فرمایا ہے۔ کتب اسلامیہ اس قسم کے واقعات سے پُر ہیں، ہم اس موقع پر بعض حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔

(۱) ابن عبد البر نے استیعاب میں لکھا ہے۔

عن جابر بن عبد اللہ قال لما رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حمزۃ قتیلا بکی فلما رأی ما مثل بہ شھق

(استیعاب مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد جلد ا صفحہ ۱۰۴)

جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ جب حضرت رسولؐ نے حمزہ کو مقتول پایا تو گریہ فرمایا اور جب اُن کے اعضائے بریدہ پر

نظر پڑی تو چیخ مار کر روئے۔

علی بن برہان الدین شافعی محدث نے انسان العیون میں تحریر کیا ہے۔

عن ابن مسعود ما رأینا رسول اللہؐ باکیا اشد من بکائہ علی حمزۃ و فی القبلۃ ثم وقف علی جنازتہ وانتحب حتی نشغ ای شھق حتی بلغ بہ الغشی یقول یا عم رسول اللہ واسد رسولہ یا حمزۃ یا فاعل الخیرات یا مزیل الکربات یا ذاب بالذال المعجمۃ ای یا مانع عن وجہ رسول اللہ۔

ابن مسعود سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت رسول کو کبھی اس شدت سے روتے نہیں دیکھا جیسے حضرت حمزہؓ پر گریہ فرمایا قبلہ رخ لاش کو رکھ کر قریب لاش کے کھڑے ہوئے اور ایک چیخ ماری یہاں تک کہ غش آگیا اور حضرت یوں نوحہ پڑھ رہے تھے

"اے رسول خدا کے چچا۔ اے خدا و رسولؐ کے شیر۔ اے حمزہ۔ اے نیک باتوں کے کرنے والے۔ اے دین پر سے مصیبتوں کے دور کرنے والے۔ اے رسولؐ سے دشمنوں کو ہٹانے والے"

اور علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے واقدی سے نقل کیا ہے۔ کہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یومئذ اذا بکت صفیۃ یبکی واذا نشجت ینشج (شرح نہج البلاغۃ طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۳۸۶)

حضرت رسول خدا کی روز احد یہ حالت تھی کہ جب صفیہ اخواہر حمزہ
روتی تھیں حضرت پر گریہ طاری ہو جاتا تھا اور جب روتے روتے
اُن کے گلے میں پھندے پڑنے لگتے تھے تو حضرت کی بھی وہی حالت
ہو جاتی تھی کیا اس سے بڑھ کر بیتابی اور گریہ و بکا کی حالت ہو سکتی
ہے؟ اس کے بعد گریہ بکا کو خلاف شرع بتلانا فعل رسول پر اعتراض
کی صورت رکھتا ہے جو کفر کے حدود میں داخل ہے۔

دوسرا موقع

حضرت رسول نے اپنے فرزند ابراہیم کے احتضار کے وقت گریہ
فرمایا چنانچہ علامہ ابن عبد البر مالکی اپنی کتاب استیعاب میں
لکھتے ہیں۔

عن انس قال لقد رأیت ابراھیم ھو یکید بنفسہ
بین یدی النبی فدمعت عینا رسول اللہ وقال ید
مع العین ویحزن القلب ولا نقول الا ما یرضی الرب
وانا بک یا ابراھیم لمحزونون (استیعاب صفحہ ۲۳)

انس سے روایت ہے کہ میں نے ابراہیم کی حالت نزع کا مشاہدہ
کیا ہے کہ اُس وقت حضرت رسول کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور
حضرت فرما رہے تھے کہ آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل کو صدمہ

پہونچتا ہے لیکن ہم ایسی بات نہیں کہتے جو خدا کو ناراض کرے۔ اے
ابراہیم ہم کو تمہارا دلی صدمہ ہے۔"
اس حدیث میں جس طرح فعل رسولؐ سے گریہ و بکا کا جواز
ثابت ہوتا ہے زبانی ارشاد سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جو کچھ بھی خلاف
شرع ہے وہ ایسے الفاظ کا زبان سے جاری کرنا جو خدا کی مرضی کے
خلاف ہوں لیکن آنکھوں سے آنسوؤں کا بہانا یا مصیبت کا اثر لینا
کسی طرح ناجائز نہیں ہو سکتا۔
اس روایت کو حافظ ابن جوزی حنبلی نے اپنی کتاب تلبیس ابلیس
میں بھی نقل کیا ہے اور صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۱۴۸ میں حضرت رسولؐ
کی گریہ وزاری کے واقعہ کو نقل کر کے لکھا ہے۔
فقال له عبد الرحمٰن بن عوف انت یا رسول اللہ
قال یا بن عوف انها رحمة ثم اتبعها باخری فقال
ان العین تدمع والقلب یحزن
عبد الرحمٰن بن عوف نے اعتراض کیا اور کہا کہ آپ یا رسول اللہ
اور اسی طرح گریہ کریں۔ حضرت نے فرمایا اے ابن عوف یہ رقت قلب
کی علامت ہے پھر دوبارہ گریہ فرمایا اور کہا کہ بلاشبہ آنکھیں رو رہی
ہیں اور قلب محزون ہے۔
اس سے معلوم ہوا کہ باوجود صحابی کے ٹوکنے کے حضرت رسولؐ نے
گریہ فرمایا اور اپنے عمل سے ظاہر کیا کہ گریہ کسی طرح خلاف شرع نہیں ہے۔

تیسرا موقع

مشکوٰۃ میں صحیح مسلم سے منقول ہے

عن ابی ھریرۃ زار النبیؐ قبر امہ فبکی وابکی من مولہ

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت رسولؐ نے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اور خود بھی روئے اور اپنے گرد کے لوگوں کو بھی رُلایا۔

اگرچہ سابق کی حدیث سے کسی مصیبت کے وقوع پر گریہ کا جواز ثابت ہو چکا تھا لیکن یہ حدیث اس بات کو بتلاتی ہے کہ کسی عرصۂ دراز کی مصیبت کو یاد کر کے رونا بھی جائز ہے بلکہ دوسروں کو رُلانا بھی جائز ہے اس سے مجلس عزا کی مشروعیت پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔

چوتھا موقع

زید بن حارثہ اور جعفر طیار اور عبداللہ بن رواحہ کی خبر شہادت سن کر حضرت نے گریہ فرمایا اس کو امام بخاری نے کتاب الجنائز کے صفحہ ۱۰۳ پر اپنی صحیح میں نقل کیا ہے اور ابن عبدالبر نے استیعاب میں زید بن حارثہ کے حالات میں لکھا ہے کہ۔

ان النبیؐ بکی علی جعفر و زید و قال اخوای و مونسای و محدثای

حضرت رسول صلعم نے جعفر اور زید پر گریہ کیا اور فرمایا ہائے میرے بھائی اور میرے مونس تنہائی اور مجھ سے باتیں کرنے والے۔

پانچواں موقع

حضرت کی کسی صاحبزادی[1] کا انتقال ہوگیا تھا حضرت قبر پر بیٹھے وعینا قد معان درانحالیکہ حضرت کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے (دیکھو صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۱۴۶)

چھٹا موقع

صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۱۴۶، اور صحیح مسلم باب البکاء علی المیت میں مذکور ہے کہ حضرت کی کسی صاحبزادی کے بچہ کا انتقال ہوگیا تھا تو حضرت کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ فقال سعد ما ھذا یا رسول اللہ قال ھذا رحمۃ جعلھا اللہ فی قلوب عبادہ وانما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء سعد بن ابی وقاص نے اعتراض کیا یا رسول اللہ یہ کیا؟ فرمایا یہ رقت قلب ہے جس کو خدا نے اپنے بندوں کے دل میں ودیعت کیا ہے۔

---

[1] رسولؐ کی کسی صاحبزادی کا حضرت فاطمہ زہراؑ کے علاوہ ہونا مسلم نہیں ہے ممکن ہے ربیبہ پر بنت کا اطلاق ہوا ہو۔

خدا ان ہی بندوں پر رحم کرتا ہے جن کے دل میں رحم ہو۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ گریہ نظری امر ہے۔

ساتواں موقع

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے قال اشتکی سعد فعادہ رسول اللہؐ مع جماعۃ من اصحابہ فوجدہ فی غشیۃ فبکی قال فلما رای القوم بکاءہ بکوا۔ سعد بن ابی وقاص بیمار ہوئے اور حضرت رسولؐ اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ عیادت کے لیے گئے۔ سعد کو بے ہوش پایا تو حضرت رونے لگے جس کی وجہ سے تمام مجمع پر گریہ طاری ہو گیا، کیا اس کے بعد گریہ و زاری کے جواز میں شبہ کرنا رسولؐ کے افعال اور شرعی احکام کا مقابلہ نہیں ہے۔

تقریر رسولؐ

جس طرح خود رسالتمآبؐ کے فعل سے رونے کا جواز ثابت ہے اسی طرح دوسروں کو کسی مصیبت پر روتے دیکھ کر رسولؐ کا منع نہ کرنا بلکہ منع کرنے والے کو روکنا بھی منقول ہے۔ دیکھو جامع الاصول میں ہے مات میت من آل محمدؐ فاجتمع النساء یبکین علیہ فقام عمر ینھاھن

فقال رسول اللّٰہ دعہن یا عمر فان العین دامعۃ والقلب مصاب والعہد قریب (اخرجہ النسائی) اہل بیت رسولؐ میں کوئی موت ہوگئی تو تمام عورتیں جمع ہو کر گریہ و زاری کرنے لگیں۔ حضرت عمر نے کھڑے ہو کر سب کو منع کیا اور روکنا شروع کیا جس پر حضرت رسولؐ نے فرمایا چھوڑ دو ان کو اے عمر کیونکہ آنکھیں روتی ہی ہیں اور دل دکھتا ہی ہے اور ابھی تو زمانہ مصیبت کچھ دور بھی نہیں ہوا ہے" اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رونے والوں کو جب منع کر رہے تھے تو رسالتمآبؐ کو ناگوار ہوا اور آپ نے منع کیا۔ اگر گریہ کسی حیثیت سے ناجائز ہوتا تو کبھی حضرت رسولؐ اس کو گوارا نہ فرماتے، کم از کم خود ممانعت نہ کی تھی تو دوسرے کے ممانعت کرنے پر سکوت فرماتے مگر برخلاف اس کے آپ نے ممانعت سے روکا جو جواز کی صریحی دلیل ہے۔

دوسرا موقع

امام احمد بن حنبل نے رقیہ دختر حضرت رسولؐ کی وفات اور عورتوں کے گریہ کے متعلق ابن عباس سے جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے فجعل عمر یضرب بہن بسوطہ فقال النبیؐ دعہن یبکین ثم قال مہما یکن من القلب والعین فمن اللّٰہ والرحمۃ وقعدؑ علی شفیر القبر و فاطمۃ الی جنبہ تبکی قال فجعل النبیؐ یمسح

عین فاطمة بنوبه رحمة لها مسند احمد جلد اول)۔

حضرت عمرؓ اپنے کوڑے سے عورتوں کو مارنے لگے حضرتؐ نے فرمایا کہ چھوڑ دو ان کو کہ روتی رہیں۔ پھر فرمایا کہ دل اور آنکھ سے جہاں تک تعلق ہے وہ خدا کی طرف سے ہے اور رقت قلب کی علامت ہے اور حضرت شفیر قبر پر بیٹھ گئے، حضرت فاطمہؑ آپ کے پہلو میں روہی تھیں تو حضرت بمقتضائے شفقت اپنے کپڑے سے انکی آنکھیں پونچھتے تھے۔

تیسرا موقع

مسند امام احمد بن حنبل میں ابو ہریرہ سے روایت ہے۔

مرّ علی رسول اللہ جنازۃ معہا بواکی فنھر ھن عمر فقال رسول اللہ دعھن فان النفس مصابۃ والعین دامعۃ (جلد دوم صفحہ ۳۳۲)

جناب رسالتمآبؐ کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا جس کے ساتھ عورتیں رو رہی تھیں۔ حضرت عمر نے ان کو منع کیا تو رسولؐ نے فرمایا چھوڑ دو ان کو کیونکہ دل کو رنج ہوتا ہی ہے اور آنکھوں سے آنسو بہنا فطری ہے۔

چوتھا موقع

علامہ ابن عبدالبر قرطبی مالکی نے استیعاب میں ابوالربیع عبداللہ بن ثابت انصاری کے حال میں لکھا ہے کہ

کفنہ رسول اللہؐ فی قمیصہ فقال لجبیر بن عیتک اذ نہی النساء عن البکاء علیہ دعہن یا ابا عبدالرحمن فلیبکین ابا الربیع مادام بینہن (استیعاب جلد ا صفحہ ۳۵۲)

حضرت رسالتمآبؐ نے ان کو اپنی قمیص کا کفن دیا اور جبیر بن عتیک (صحابی) نے جب عورتوں کو رونے سے منع کیا تو حضرت نے فرمایا کہ چھوڑ دو ان کو اے ابو عبدالرحمن، جب تک ابوالربیع کا جنازہ ان کے درمیان ہے یہ روتی رہیں۔

اس روایت کو باختلاف الفاظ ابن اثیر جزری نے اسد الغابہ میں بھی نقل کیا ہے (ملاحظہ ہو جلد ثالث صفحہ ۱۲۸)۔

پانچواں موقع

استیعاب ابن عبدالبر صفحہ ۸۰ جلد اول میں جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ

لما جیئی بابی یوم احد وجاءت عمتی تبکی علیہ قال فجعلت ابکی وجعل القوم ینھونی و رسول اللہ ص لا ینھانی فقال رسول اللہ ص ابکوہ اولا تبکوہ فواللہ ما زالت الملائکۃ تظلہ باجنحتھا حتی دفنتموہ۔

"روزِ اُحد جب میرے پدر بزرگوار کی لاش لائی گئی اور میری پھوپھی روتی ہوئی آئیں تو میں بھی رونے لگا۔ لوگ مجھ کو منع کرنے لگے۔ مگر رسول ص نے مجھ کو منع نہیں کیا اور فرمایا کہ تم لوگ روؤ یا نہ روؤ خدا کی قسم ملائکہ اپنے پروں کا سایہ کیے رہے یہاں تک کہ تم نے لاش کو دفن کیا۔"

اس روایت کو علامہ ابن اثیر جزری نے بھی اپنی کتاب اسد الغابہ (جلد ثالث) میں تھوڑے تغیر کے ساتھ نقل کیا ہے۔

ان روایات سے صاف ظاہر ہے کہ گریہ و بکا کی ممانعت بالکل حضرت رسول ص کی مخالفت پر مبنی ہے۔ بظاہر حیرت ہوتی ہے کہ صحابہ کو کون سی ضد تھی کہ باوجود رسول ص کی متواتر تنبیہ کے وہ گریہ و بکا سے منع کرتے رہتے تھے اور رسول ص کی بار بار ممانعت پر توجہ نہ کرتے تھے لیکن اس کی حقیقت تاریخ وسیر کے تتبع سے واضح ہو جاتی ہے۔ درحقیقت گریہ و بکا سے ممانعت ایک جاہلیت کی رسم تھی جو اکثر افراد میں طبیعت ثانیہ

کے طور پر رائج ہو گئی تھی۔ اہل جاہلیت کا عقیدہ تھا کہ گریہ و بکا کی وجہ سے جوش انتقام فرو ہو جاتا ہے اور بزدلی پیدا ہوتی ہے اس کی وجہ سے وہ لوگ سختی سے اپنی عورتوں کو رونے سے باز رکھا کرتے تھے اور اس کا مقام فخر میں ذکر کیا کرتے تھے۔ عرب کا شاعر اپنے مایۂ ناز محاسن کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

معاذ الالٰہ ان تنوح نساؤنا
علیٰ ھالک اوان نضجّ من القتل

"خدا کی پناہ اس بات سے کہ ہماری عورتیں نوحہ کریں کسی مرنے والے کے اوپر یا ہم قتل سے چیخ اُٹھیں"

اس عادت کا فلسفہ اگرچہ مذکورۂ بالا اصول پر مبنی تھا لیکن رفتہ رفتہ رونے سے نفرت عادت بن گئی اور وہ قساوت قلب اور بے رحمی کا پیش خیمہ قرار پائی۔ صحابہ کا رونے سے منع کرنا درحقیقت طبیعت میں اسی عادت کے نفوذ کا اثر تھا، جس کی وجہ سے رسولؐ کا ایک مرتبہ بلکہ چند مرتبہ کا ارشاد بھی انکی طبیعت کو نہ بدل سکا اور آخر عمر تک ان میں یہ عادت باقی رہی۔

قولِ رسولؐ

واقعات تو یہاں تک بتلاتے ہیں کہ خود حضرت رسولؐ

نے گریۂ وزاری پر آمادہ کیا ہے اور صحابہ کو ترغیب دی ہے چنانچہ مطالب المومنین اور تفسیر کبیر میں محمد بن ابی جعفر سے نقل ہے

قال قدم علینا رجل من الانصار فحدثنا من حدیثہ عن رسول اللہ ص انہ مر ببنی اسد وھم یندبون قتلاھم یوم احد فقال لکن حمزۃ لا بواکی لہ قالت النساء فخرجنا حتی اتینا رسول اللہ فندبنا حمزۃ و رسول اللہ ص فی البیت حتی سمعنا نشیجہ فارسل الینا قد اھتم او قد احسنتم قال السرخسی انما قال ذالک لان حمزۃ کان سید الشہداء یومئذ ولکنہ کان غریباً فرثاہ رسول اللہ ص وفی المغازی ان سعد بن معاذ و سعد بن عبادۃ و معاذ بن جبل لما سمعوا ذالک جاؤوا بنساء قومھم الی دار رسول اللہ ص ینذبن حمزۃ حتی تام ومن ذالک جری الرسم بالمدینۃ اذا مات احد یبتدأن بالبکاء علی حمزۃ ۔

محمد بن ابی جعفر کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک شخص انصار میں سے آیا اس نے من جملہ اور باتوں کے ایک بات یہ بیان کی کہ رسالتمآب کا گذر بنی اسد کی طرف سے ہوا اس وقت وہ اپنے مقتولین جنگ احد پر

رو رہے تھے۔ حضرت نے فرمایا افسوس حمزہ پر کوئی رونے والا نہیں ہے۔ عورتیں کہتی ہیں کہ ہم اپنے گھروں سے نکل کر جناب رسول میں آئے اور ہم نے حمزہ پر گریہ وزاری کی اس وقت رسالتمآب گھر میں موجود تھے اور ہم ان کی تسبیح کی آواز سن رہے تھے آپ نے ہمارے پاس پیغام بھیجا کہ تمھارا بڑا احسان ہوا۔

سرخسی نے کہا ہے کہ حضرت نے یہ افسوس اس لیے کیا تھا کہ حمزہ اس دن سیدالشہداء تھے مگر عالم مسافرت میں انتقال ہوا تھا تو رسالتمآبؐ نے مرثیہ پڑھوایا اور کتاب مغازی میں ہے کہ سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ اور معاذ بن جبل نے یہ سنا تو اپنے گھرانے کی عورتوں کو خانۂ حضرت میں لائے اور انھوں نے حمزہ پر نوحہ کیا۔ اور اس دن سے مدینہ میں یہ رسم جاری ہو گئی کہ جب کوئی مرتا تھا تو پہلے حمزہ پر گریہ و بکا کر لیتے تھے۔

اس روایت کو امام احمد بن حنبل نے اپنے مسند میں بایں الفاظ نقل کیا ہے۔

رجع رسول اللہؐ من احد فجعلت نساء الانصار یبکین علی من قتل من ازواجھن فقال رسول اللہؐ ولکن حمزۃ لا بواکی لہ قال ثم نام فانتبہ وھن یبکین قال فھن الیوم اذا یبکین یبدأن بحمزۃ

(جلد ۳ صفحہ ۴۰)

حضرت رسولؐ نے اُحد سے مراجعت فرمائی تو انصار کی عورتیں اپنے شہید شدہ عزیز و اقارب پر رونے لگیں حضرت نے فرمایا کہ افسوس حمزہ پر رونے والی عورتیں موجود نہیں حضرت سو گئے۔ آنکھ جو کھلی تو صحابہ کی عورتیں حمزہ پر رو رہی تھیں۔ راوی کہتا ہے کہ اب تک یہ رسم ہے کہ جب عورتیں صحابہ کی روتی ہیں تو پہلے حمزہ پر گریہ کرتی ہیں۔

نیز اس روایت کو طبری اور ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں اور ابن عبد ربہ قرطبی نے عقد فرید میں اور ابن عبد البر نے استیعاب میں بھی ذکر کیا ہے جس کے بعد اس کی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔

غور کے قابل یہ بات ہے کہ حمزہ نے مسافرت میں انتقال کیا تھا اور کوئی رونے والا نہ تھا تو حضرت رسول نے انصار کی عورتوں سے گریہ و بکا اور نوحہ کرایا اور یہ رسم جاری ہو گئی کہ کسی عزیز کی موت میں سب سے پہلے حمزہ پر گریہ کیا جاتا تھا تو پھر کسی مظلوم کے عالم مسافرت میں شہید ہونے اور ان کے اعزا کے نہ رو سکنے پر اگر ہم گریہ و زاری کریں تو کون سا محل طعن ہے پھر جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حمزہ کی مظلومیت سید الشہداء کی مظلومیت کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی، شہید کربلا پر مصائب کا خاتمہ ہو گیا تھا اور یقیناً رسولؐ کے دل میں حسینؑ کی جتنی محبت تھی وہ بھی حمزہ سے

زیادہ ہے۔ پھر حضرت امام حسینؑ پر گریہ کہاں تک خدا ورسول کی نظر میں ممدوح و مستحسن نہ ہوگا۔

دوسری روایت

ابن عبدابر نے استیعاب فی اسمار الاصحاب میں جعفر بن ابی طالب کے تذکرہ میں لکھا ہے۔

لما اتی النبیؐ نعی جعفر اتی امرأته اسماء بنت عمیس فعزاها فی زوجها جعفر ودخلت فاطمة رضی الله عنها وھی تبکی وتقول واعماه فقال رسول اللهؐ علی مثل جعفر فلتبک البواکی۔

(استیعاب جلد ۱ صفحہ ۸۲)

جب حضرت رسولؐ کو جعفر کی خبر شہادت پہونچی تو حضرت ان کی زوجہ اسما بنت عمیس کے یہاں تشریف لے گئے اور ان کو جعفر کا پرسا دیا۔ اسی اثنار میں فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا روتی ہوئی آئیں اور کہہ رہی تھیں ہائے میرے چچا، رسولؐ نے فرمایا کہ جعفر ایسے شخص پر رونے والیوں کو رونا چاہیئے۔

ایک تو سیدة النسار العالمین کا فعل خود حجت اور واجب الاتباع ہے کیونکہ یہ معظمہ باتفاق علمائے امت آیہ تطہیر میں داخل اور بقول

اکابر علمائے اہلسنت مریم و آسیہ سے افضل تھیں، اس کے ساتھ رسول کا اس فعل سے منع نہ کرنا جواز کی صریح علامت ہے۔ اگر صرف اتنا ہی ہوتا تو مطلب ثابت تھا۔ مگر رسالتمابؐ نے اپنے قول سے شبہہ کی گنجایش باقی نہیں رکھی ۔ علی مثل جعفر فلتبک البواکی (جعفر ایسے ذی مرتبہ شخص پر رونے والوں کو رونا چاہیئے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے والا اگر بارگاہ احدیت میں مثل جعفر کے تقرب رکھنے والا اور مراتب فضیلت پر فائز ہو تو اُس پر رونا مستحسن ہے اسلامی کتب حدیث و تاریخ سے پوچھو کہ جعفر کے فضائل کو حسین بن علیؑ کے فضائل سے کون سی مناسبت ہے اور اگر مظلومیت کو معیار خیال کرو تو کربلا کے میدان کا جنگ موتہ کے معرکہ سے تقابل کرلو زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔

بحمداللہ قول رسول، فعل رسول، تقریر رسولؐ، ہر طرح سے گریہ وبکا کا جواز بلکہ استحباب ثابت ہوگیا۔ مضمون اپنے حدود سے گذر چکا ہے اور موقع نہیں کہ قلم کو زیادہ گردش دی جائے۔

صحابہؓ و تابعین کے افعال و اقوال سے گریہ و بکا کے ثبوت کے لیے ایک مستقل مضمون درکار ہے۔ اسی طرح مخصوصاً حضرت سید الشہداء علیہ السلام پر جس طرح رسولؐ نے گریہ و بکا کے استحسان کو ظاہر فرمایا ہے اور خود واقعہ سے قبل اس مصیبت کا اثر لیا ہے یہ ایک جداگانہ موضوع ہے۔ پھر صحابہ و تابعین تبع تابعین اور

اکابر اہل اسلام نے شہادت سیدالشہدا اور جن خیالات اور تاثرات کا اظہار کیا ہے اس کے لیے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے اگر موقع ہوا تو ان مطالب پر بھی روشنی ڈالی جائے گی؛

پبلشر:- مرزا حیدر حسین اسسٹنٹ سکریٹری امامیہ مشن
نخاس لکھنؤ (انڈیا)